پیغام سیرت

نبوی اسلوبِ دعوت و تبلیغ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی ایک ایک کر کے لوگ اسلام قبول کرنے لگے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو دعوت اسلام دی اور انہوں نے سب سے پہلی مسلمان خاتون ہونے کا شرف حاصل کیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق، حضرت علی، زید بن حارثہ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبداللہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص مشرف باسلام ہوئے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو مسلمانوں کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کام تلوار یا جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ آپ کی تبلیغی اور دعوتی مساعی اور حسنِ اخلاق سے ہوا۔ سورۂ مدثر کے نزول کے بعد تین سال تک آپ نے خفیہ طور پر دعوت و تبلیغ فرمائی۔ پھر علانیہ تبلیغ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (۱)

آپ کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے اسے خوب کھول کر بیان کیجئے اور مشرکین کی ذرا پرواہ نہ کیجئے۔

اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی علانیہ طور پر تبلیغ اسلام کرنے لگے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ (۲)

اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔

تو آپ نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے انہیں پیغام حق سنایا۔ پھر ایام حج میں لوگوں کو تبلیغ

۱۔ الحجر: ۹۴　۲۔ الشعراء: ۲۱۴

شروع کی۔ فرداً فرداً ہر قبیلے کے پاس جاتے اور انہیں بتاتے کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تم میری تصدیق اور حمایت کرو یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب آ جائے اور حق سب پر ظاہر ہو جائے۔ آپ ترغیب و ترہیب کے ذریعے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ عرب میں مختلف ایام میں مختلف مقامات پر میلے لگتے تھے۔ مثلاً مجنہ، عکاظ، ذوالمجاز وغیرہ۔ آپ ہر سال ان میلوں میں بھی دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ہجرت مدینہ تک دس سال آپ کا یہی معمول رہا۔

ربیعہ بن عباد دیلی سے روایت ہے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! مجھے منیٰ میں مقیم لوگوں کی منازل پر آپ کا جانا یاد ہے۔ اس وقت میں اپنے والد کے ساتھ تھا اور نوجوان لڑکا تھا۔ ایک شخص جو خوبصورت چہرے اور دو چوٹیوں والا بھینگا تھا، آپ کے پیچھے تھا۔ پھر آپ کچھ لوگوں کے پاس رکے اور فرمایا:

انا رسول اللہ یا مزکم ان تعبدوہ و لاتشرکوا بہ شیئا

میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اس کی عبادت اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرو۔

حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ جو شخص آپ کے پیچھے تھا وہ کہہ رہا تھا کہ یہ شخص تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے آباواجداد کا دین چھوڑ دو اور لات وعزیٰ اور مالک بن اقیش جو تمہارے حلیف ہیں ان سے علیحدہ ہو جاؤ اور جو بدعت وگمراہی وہ لایا ہے اس کو قبول کرلو۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب عبدالعزی بن عبدالمطلب ہے۔ (۳)

ربیعہ بن دیلی کی دوسری روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالمجاز کے بازار میں دیکھا، آپ قبائل عرب کو دعوت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے:

یایھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اور ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہہ رہا تھا کہ یہ بے دین ہے، جھوٹا ہے (العیاذ باللہ)۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کا چچا ابولہب ہے۔ (۴)

تبلیغ

آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس چیز کی تشریح کر لی جائے، جس کے

۳۔ مسند احمد: ج ۴، ص ۵۴۸، رقم ۱۵۵۹۷　۴۔ ایضاً: ج ۵، ص ۴۵۱، رقم ۱۸۵۲۵۔ الدار قطنی ج ۳، ص ۴۵۔

ذریعے قتل وخونریزی اور جبرواکراہ کے بغیر اسلام اس قدر تیزی سے پھیلا، اور وہ چیز ''تبلیغ'' ہے جس کے معنی احکام الٰہی عام لوگوں تک پہنچانے کے ہیں۔ اس کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ جس چیز کو ہم اچھا سمجھتے ہیں اس کو دوسرے لوگوں اور دوسری قوموں تک پہنچائیں اور ان کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دیں۔

تبلیغ دین ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جو ہر نبی کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ اس کا مقصد اللہ کے دین اور احکام کو پھیلانا اور عام کرنا، لوگوں کو اس کا قائل کرنا اور ان کو اس کے قبول کرنے کی دعوت و ترغیب دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپ پر ختم ہوگیا۔ اب قیامت تک نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت۔ آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی، اس لئے آپ کے بعد آپ کی امت کے افراد اس کے پابند ہیں کہ وہ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہیں ورنہ وہ اللہ کی تائید ونصرت سے ہی محروم نہ ہوں گے بلکہ اس کی رحمت وبرکت سے بھی محروم ہوجائیں گے۔

انبیاء علیہم السلام نے دین کی خاطر اور تبلیغ کے لئے بے حد وحساب تکلیفیں برداشت کیں اور بے پناہ مصیبتیں جھیلیں مگر صبر وہمت کے ساتھ دوسروں تک دین پہنچانے میں لگے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (۵)

اس سے بہتر کس کی بات ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

پس جس نے لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور اس نے خود بھی نیک کام کئے اور اسلام قبول کیا تو اس سے بہتر کسی کی بات نہیں، اس لئے تبلیغ دین اور دعوت الی الخیر مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔ یہ مقصد علما کی تحریروں اور خطبا کی تقریروں سے بھی حاصل ہوتا ہے، جہاد فی سبیل اللہ سے بھی، صادقین کی صحبت اور صوفیا کی مجالس سے بھی، یعنی ہر وہ طریقہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہے وہ تبلیغ ہے۔

تبلیغ کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دو طرح کے مذاہب تھے:

۵۔ حم السجدہ: ۳۳

۱۔ وہ مذاہب جو اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے جیسے عیسائی اور بدھ مت وغیرہ۔ ان کو ہم عام مفہوم میں تبلیغی مذہب کہہ سکتے ہیں۔ البتہ ان کے بارے میں بھی یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ تبلیغ ان کے مذہب کا اصل حکم تھا یا ان کے پیروکاروں نے اپنی طرف سے اس عمل کو جاری کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ تو ان کے صحیفوں میں تبلیغ عام کی ہدایات ملتی ہیں اور نہ ان کے بانیوں کی زندگی میں اس کی عملی مثالیں ملتی ہیں۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے تبلیغ کی اہمیت کو واضح کیا، اپنے صحیفے میں اس کے متعلق کھلے کھلے اور صاف صاف احکام اور اصول بیان کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان احکام اور اصول وضوابط کی عملی مثالیں پیش فرمائیں۔

اس بنا پر اسلام کے سوا جو مذاہب تبلیغی سمجھے جاتے ہیں حقیقت میں وہ تبلیغی نہیں کیونکہ انہوں نے نہ تو دوسری اقوام کو اپنے دین کی تبلیغ کی اور نہ ان کو مخاطب بنایا اور نہ دوسری اقوام میں اپنے مبلغ بھیجے۔ یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہوں نے ایک ایک قبیلے کے پاس جا کر پیغام حق پہنچایا، دوسرے ملکوں میں مبلغ بھیجے، مکے سے مدینے ہجرت کی، پھر مشرکین کے خلاف تلوار اٹھائی تا کہ اسلام کو تبلیغ دین کی پرامن آزادی ملے۔ آخر حدیبیہ کے مقام پر قریش نے مسلمانوں کے اس مطالبے کو تسلیم کیا اور تبلیغ کی آزادی ملی۔ قرآن کریم نے اس صلح کو اسلام کی فتح مبین قرار دیا۔ اس واقعے کے بعد ہی دنیا کے امراو سلاطین کو مبلغین اور دعوت اسلام کے خطوط بھیجے گئے اور عربوں کے علاوہ ایران، حبش اور روم وغیرہ میں اسلام پھیلا۔

۲۔ وہ مذاہب جو اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے تھے جیسے یہودیت، مجوسیت، ہندومت وغیرہ۔ ان کے نزدیک مذہب کو قبول کرنے کا استحقاق سعی وکوشش سے نہیں بلکہ صرف پیدائشی طور پر ہوتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ پیدائشی طور پر اس خاص گروہ سے تعلق نہیں رکھتے وہ اس قابل ہی نہیں کہ اس پاک ومقدس مذہب میں داخل ہوں۔ ان میں نسلی برتری کا خیال اس قدر شدید ہے کہ وہ اپنے سوا تمام نسلوں کو ناپاک اور کمتر تصور کرتے ہیں۔ ایسی ناپاک ونجس اور کم تر قوموں تک اپنے پاک ومقدس مذہب کو لے جانا خود اس مذہب کی پاکی وتقدیس کو ٹھیس پہنچانا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغی اور اصلاحی کوششوں میں بنی اسرائیل کی ثقافت اور روایات کارفرما نظر آتی ہیں۔ مثلاً جب ایک کنعانی یا یونانی عورت نے حضرت مسیح سے برکت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ

مجھے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (۶)

۶۔ انجیل متی: باب ۱۵۔ ۲۵۔

پھر فرمایا کہ

مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی (بنی اسرائیل کا مذہب) کتوں (غیر اسلامی قوموں) کو پھینک دیں۔(۷)

پھر فرمایا کہ:

غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ پہلے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو۔(۸)

پھر فرمایا کہ وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ پھینکو۔(۹)

ہندوؤں نے اپنا مذہب تمام قوموں سے چھپا کر رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنا پاک و مقدس دھرم ملیچھوں اور اچھوتوں کو سکھا کر اس کو ناپاک نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہود کا بھی یہی خیال تھا کہ نامختون لوگ اس نعمت کے اہل نہیں۔

اگرچہ ان غیر تبلیغی مذاہب میں وسیع درجے کی تبلیغ نہیں ملتی لیکن ان کے ہاں بھی محدود اصلاحی کام ہوتا رہتا ہے۔ اب عیسائیت کی تبلیغ بہت آگے نکل چکی ہے۔ مشنری اداروں کی سرگرمیاں تو عام ہیں۔ ہندومت بھی اب اپنا انداز تبدیل کر رہا ہے، یورپ اور امریکہ وغیرہ میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی تمام قوموں کو برابری کا درجہ دے کر سب کو اللہ کا پیغام پہنچانا ضروری قرار دیا۔ قرآن کریم نے بھی تبلیغ کی اہمیت اور اس کے اصول و ضوابط پر مفصل بحث کی ہے۔

قرآن کریم میں تبلیغ کے بارے میں دو طرح کی آیات ہیں:

۱۔ وہ آیات جن میں فریضۂ تبلیغ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

۲۔ وہ آیات جن میں تبلیغ کے کام کی ترتیب بیان کی گئی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۱۰)

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا وہ لوگوں تک پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا کچھ بھی پیغام نہ پہنچایا اور

۷۔ انجیل متی باب ۲۷　۸۔ ایضاً باب ۱۰۔۶　۹۔ ایضاً متی باب ۷۔۶　۱۰۔ المائدہ: ۶۷

اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین کی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ پر نازل فرمایا ہے آپ وہ سب بلا جھجک لوگوں کو پہنچادیں خواہ کوئی اس کو قبول کرے یا اس کی مخالفت کرے۔ اگر بفرض محال کسی حکم خداوندی کو امت کو پہنچانے میں آپ سے ادنیٰ سی کوتاہی بھی ہوئی تو فریضۂ تبلیغ ورسالت کا حق ادا نہ ہوگا۔ اسی لئے آپ تمام عمر فریضۂ تبلیغ رسالت میں پوری ہمت وقوت کے ساتھ مصروف رہے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے خطبے میں صحابہ کرام کے عظیم مجمع کو اہم ہدایات اور وصیتیں فرمانے کے بعد سوال فرمایا کہ دیکھو! کیا میں نے تمہیں دین پہنچادیا؟ صحابہ نے اقرار فرمایا کہ ہاں! آپ نے ہمیں دین پہنچادیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس پر گواہ رہو اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اس مجمع میں حاضر ہیں وہ ان لوگوں تک میری بات پہنچادیں جو اس وقت حاضر نہیں۔

چنانچہ ارشاد ہے:

الافلیبلغ الشاھد الغائب فلعل بعض من یبلغہ ان یکون اوعیٰ لہ من بعض من سمعہ (۱۱)

آگاہ رہو، جو موجود ہیں وہ اسے ان تک پہنچادیں جو موجود نہیں۔ ہوسکتا ہے جسے وہ پہنچائیں ان میں کوئی ایسا بھی ہو جو یہاں بعض سننے والوں سے زیادہ اس کو محفوظ رکھ سکتا ہو۔

غائبین میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اس وقت دنیا میں موجود تھے مگر اس مجمع میں حاضر نہ تھے اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان سب کو دین پہنچانے کا طریقہ علم دین کی نشر واشاعت بھی ہے جس کو صحابۂ کرام نے نہایت تندہی سے انجام دیا۔ آیت کے دوسرے جملے میں آپ ﷺ کو یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ تبلیغ رسالت کے سلسلے میں کفار آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود آپ کا محافظ ہے۔

ایک روایت میں ہے:

بلغوا عنی ولوا آیۃ (۱۲)

مجھ سے (علم) آگے پہنچاؤ اگرچہ وہ ایک آیت ہی ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ:

۱۱۔ بخاری: ج ۳، ص ۱۲۲، رقم ۴۴۰۶ ۱۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۰۵، رقم ۲۶۷۸

من حدثک ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم کتم شیئا مما انزل علیہ فقد کذب و اللہ یقول یایھا الرسول بلغ ماانزل الیک (۱۳)

جوشخص تجھ سے یہ کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ چھپالیا جوان پر نازل ہوا تو اس نے جھوٹ بولا۔ اللہ کہتا ہے: یایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک

اورارشاد ہے:

فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُo (۱۴)

پھر اگر تم نہیں مانو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف احکام کھول کر پہنچا دینا ہے۔

اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانو گے تو اس میں نہ تو اللہ کا کوئی نقصان ہے اور نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ رسول کے ذمے تو صرف احکام الٰہی کو صاف صاف اور واضح طور پر لوگوں تک پہنچانا ہے اور یہ کام وہ بحسن وخوبی انجام دے چکے، لہٰذا اب اگر کوئی شخص نہیں مانتا تو وہ محض اپنا نقصان کرتا ہے۔ اس کے ماننے یا نہ ماننے سے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ کمی واقع ہوتی ہے۔

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَo (۱۵)

آپ تو نصیحت کرتے رہئے۔ یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ سرکشی اور عناد میں سب کافر یکساں ہیں، اس لئے آپ ان کی احمقانہ باتوں پر نہ جائیے بلکہ ان کو صبر وتحمل سے سنتے رہئے اور ان کو نصیحت کرتے رہئے۔ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک دن راہ راست پر آ جائیں گے۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى o (۱۶)

اگر نصیحت کرنا فائدہ دے تو آپ نصیحت کرتے رہئے۔

آپ وعظ وتذکیر کے ذریعے لوگوں کو نفع پہنچاتے رہئے۔ آپ کا کام تو لوگوں کو نصیحت کر دینا اور اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اگر کوئی نصیحت قبول نہیں کرتا تو اپنا نقصان کرتا ہے۔ آپ کو اس پر رنجیدہ اور افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ تو اللہ کا پیغام پہنچا کر اپنی ذمہ داری پوری کر چکے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ o(۱۷)

۱۳۔ الاحزاب: ۴۵،۴۶ ۱۴۔ المائدہ: ۹۲ ۱۵۔ الذریٰت: ۵۵ ۱۶۔ اعلیٰ: ۹ ۱۷۔ الطور: ۲۹

سو آپ نصیحت کرتے رہئے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔

آپ ان منکرین و مکذبین کو وعظ و نصیحت کرتے رہئے خواہ یہ آپ کو کچھ بھی کہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے نہ تو کاہن ہیں کہ کوئی جن آ کر آپ کو کچھ بتا تا ہو اور نہ آپ مجنون ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا o وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا o (۱۸)

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات بیان کی ہیں، جن کی بدولت مومنین جہالت و گمراہی کی تاریکی سے نکل کر ہدایت کی روشنی سے منور ہوئے اور آخرت کی نعمتوں کے مستحق ہوئے ورنہ جو لوگ آپ پر ایمان نہیں لائے، قیامت کے روز وہ سب کے سامنے ذلیل و رسوا ہوں گے۔

وَاَنْذِرْھُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَۃِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کٰظِمِیْنَ ط مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّ لَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ o یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ o وَاللّٰہُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ ط وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ط اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ o (۱۹)

اور آپ ان کو قریب آنے والے دن سے ڈرائیے، جب کلیجے منہ کو آ جائیں گے اور غم سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ (اس دن) ظالموں کا کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ اللہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں پوشیدہ راز خوب جانتا ہے اور اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بیشک اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔

آپ ان مشرکین و منکرین کو قریب آنے والی مصیبت کے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرائیے۔ اس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے، خوف و ہراس کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کا دل ٹھکانے نہ رہے گا، کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلے گی۔ سب حیران و پریشان ہوں گے۔ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی لب نہ ہلا سکے گا۔

۱۸۔ الاحزاب: ۴۵، ۴۶ ۱۹۔ المؤمن: ۱۸۔۲۰

جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا، اس وقت ان کا کوئی دوست اور غم گسار نہ ہوگا جوان کے کچھ کام آئے اور نہ کوئی ان کا شفیع اور سفارشی ہوگا جوان کی شفاعت کے لئے زبان ہلا سکے۔ ظاہری اعمال وافعال اور نافرمانیاں تو درکنار اللہ تو آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ جس ذات کا علم اس قدر وسیع اور محیط ہو اور جو مالکِ مطلق ہو وہی ذات ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گی۔ یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہیں وہ کسی قسم کا فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو نہ علم ہے اور نہ قدرت۔ علم کے بغیر فیصلہ درست نہیں ہوسکتا اور قدرت کے بغیر نافذ نہیں ہوسکتا۔ بیشک اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے، اسی لئے اس کا فیصلہ برحق ہوگا اور بدلہ بھی اعمال کے مطابق ہوگا۔

دعوت وتبلیغ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر دشمن سے جنگ کی نوبت آجائے تب بھی میدان جنگ میں پہنچ کر سب سے پہلے اس کو دعوت اسلام دی جائے اور اس کو بتایا جائے کہ اگر اسلام قبول کرلو تو دین، حکومت اور دیگر تمام حقوق میں تم ہمارے برابر ہو جاؤ گے اور تم سے کوئی قتال نہ ہوگا۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے ہماری حکومت تسلیم کرو اور جزیہ دو۔ اس صورت میں تمہاری حفاظت کی تمام تر ذمہ داری ہمارے سر ہوگی۔ اگر وہ ان دو میں سے کوئی ایک بات قبول کرلے تو اس سے لڑنا جائز نہیں۔ اگر وہ کوئی بات بھی نہ مانے تو پھر اللہ سے مدد مانگ کر لڑائی شروع کردے۔

سہل ابن سعد سے روایت ہے کہ خیبر کے دن آپ ﷺ نے حضرت علی کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان سے قتال کروں گا یہاں تک کہ وہ ہماری ہی طرح ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> **انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتهم ثم ادعهم الی الاسلام و اخبرهم بما یجب علیهم من حق الله فیه، فو الله لایهدی الله بک رجلا واحدا، خیر لک من ان یکون لک حمر النعم، (۲۰)**
>
> یونہی چلے جاؤ، ان کے میدان میں اتر کر پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا اور ان کو بتانا کہ ان پر اللہ کا کیا حق واجب ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

سلیمان بن بریرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو

۲۰۔ بخاری: ج ۳، ص ۵۷، رقم ۴۲۱۰

لشکر یا کسی سریہ کا امیر مقرر فرماتے تو اس کو خاص طور پر تقویٰ اور اپنے مسلمان ساتھیوں کی خیر خواہی کی وصیت فرماتے اور فرماتے:

اذا لقیت عدوک من المشرکین فادعهم الی ثلاث خصال فایتهن ماا جابوک فاقبل منهم و کف عنهم، ثم ادعهم الی الاسلام، فان اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم، ثم ادعهم الی التحول من دارهم الی دار المهاجرین و اخبرهم انهم، ان فعلوا ذلک، فلهم ما للمهاجرین و علیهم ما علی المهاجرین، فان ابوا ان یتحولوا منها، فاخبرهم انهم یکونون کا عراب المسلمین، یجری علیهم حکم اللہ الذی یجری علی المؤ منین، ولا یکون لهم فی الغنیمة والفئی شیء الا ان یجاهد وامع المسلمین فان هم ابوا فسلهم الجزیة، فان هم اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم، فان هم ابوا فاستعن باللہ وقاتلهم، (۲۱)

جب تو مشرکوں میں سے اپنے کسی دشمن سے مقابل ہو تو اس کو تین باتوں میں سے ایک بات کے قبول کرنے کی دعوت دے۔ ان میں سے وہ جو بات بھی مان لے اس کو قبول کر لے اور اس پر حملہ کرنے سے رک جا، اس کو اسلام کی دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو پھر اس سے رک جا۔ پھر ان کو دعوت دو کہ وہ اپنے ملک سے نکل کر مہاجر مسلمانوں کے ملک میں آ جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو جو مہاجرین کے لئے ہے وہ ان کے لئے بھی ہوگا اور جو مہاجرین پر ہے وہ ان پر بھی ہوگا۔ اگر اپنے ملک سے نکلنا منظور نہ کریں تو ان کو بتا دے کہ وہ بدو مسلمانوں کی طرح رہیں اور جو اللہ کا حکم مسلمانوں پر چلتا ہے وہ ان پر بھی چلے گا اور ان کو مال غنیمت اور مال فئی میں سے حصہ نہ ملے گا جب تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کافروں سے جہاد نہ کریں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو جزیہ دے کر ذمی بننے کو کہہ۔ اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لے تو ان کی یہ بات قبول کر لے اور ان سے رک جا اور اگر وہ اس کو بھی نہ مانے تو پھر اللہ سے مدد مانگ اور ان سے قتال کر۔

تبلیغ کی وسعت

دوسرے احکام کی طرح تبلیغ کا حکم بھی تدریج کے ساتھ ہوا۔ سب سے پہلے اپنے گھر اور خاندان

۲۱۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۵۷، رقم ۱۷۳۱

والوں کو دعوت اسلام کا حکم ہوا۔ پھر اس کا دائرہ بڑھ کر مکہ شہر اور اس کے اطراف کی آبادیوں تک پہنچا، جیسے ارشاد ہے:

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَ مَنْ حَوْلَهَا (۲۲)

تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس والوں کو ڈرائیں۔

اس کے بعد حکم ہوا:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ○ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا (۲۳)

وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے تا کہ وہ ہر شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے۔

یہ قرآن نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ باطل تو اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ یہ ایسی کتاب ہے جو دن رات پڑھی جاتی ہے اور حقائق و معارف اور احکام و حدود کو ظاہر کرتی ہے اور اس شخص کو آخرت کے انجام سے ڈراتی ہے جس کا دل زندہ اور حق و باطل کے فرق کو سمجھتا ہے۔

پھر اس کو تمام انسانوں تک وسیع کیا گیا:

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (۲۴)

یہ ایک پیغام ہے لوگوں کے لئے تا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو ڈرایا جائے اور تا کہ لوگ جان لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تا کہ عقل والے نصیحت پکڑیں۔

یہ قرآن لوگوں کے لئے اللہ کا کھلا پیغام ہے تا کہ لوگ سعادت و شقاوت کو پہچانیں اور کفر کی ظلمتوں سے نکل کر ایمان کے نور کی طرف آئیں اور تا کہ اس کے ذریعے لوگوں کو انجام بد سے خبردار کر دیا جائے اور لوگ اس بات کا یقین کر لیں کہ معبود برحق وہی ذات واحد و یکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور عقلمند لوگ اس سے نصیحت و عبرت حاصل کریں اور آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ تمام انسانوں کو مخاطب کر کے اعلان فرمادیں:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (۲۵)

۲۲۔ الشوریٰ:۷ ۲۳۔ یٰسٓ:۶۹،۷۰ ۲۴۔ ابراہیم:۵۲ ۲۵۔ الاعراف:۱۵۸

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کی بادشاہت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے سو تم اللہ اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں میں اعلان فرما دیجئے کہ میں سب عرب و عجم اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے قیامت تک اللہ کا رسول ہوں، جس کی بادشاہت تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہی ہر شے کا خالق و مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی زندگی عطا کرتا ہے وہی موت دیتا ہے۔

سابقہ انبیا خاص اپنے اپنے زمانے اور اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کسی خاص قوم اور قبیلے اور زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوگئی اور آپ ﷺ قیامت تک ساری دنیا کے پیغمبر ہیں۔ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی اطاعت سب پر لازم ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جو بھی اس رحمت خاصہ میں شامل ہونا چاہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا چاہئے۔ آپ ﷺ کی اتباع کے بغیر کوئی بھی ہدایت و فلاح نہیں پا سکتا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا (۲۶)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ سے پہلے جو انبیائے کرام بھیجے گئے تھے وہ خاص خاص قوموں اور خاص مقامات کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اس کے برعکس آپ ﷺ کی بعثت اہل عرب یا کسی ایک قوم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے تا کہ آپ ﷺ مومنوں کو جنت کی بشارت دیں اور کافروں کو آخرت کے عذاب سے ڈرائیں۔

پھر فرمایا کہ تمام کائنات آپ کی دعوت تبلیغ کے دائرے میں داخل ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا ۙ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقۡدِیۡرًا ۙ (۲۷)

۲۶۔ سبا: ۲۸　　۲۷۔ الفرقان: ۱

بہت بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فیصلے کی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام جہانوں کو خبردار کرنے والا بن جائے۔ اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے اور اس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور نہ سلطنت میں اس کا کوئی شریک ہے اور اسی نے ہر چیز کو پیدا کر کے ایک اندازے پر ٹھہرا دیا۔

ہر خیر و برکت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا جو اپنے واضح ارشادات کے ذریعے حق و باطل، ہدایت و گمراہی اور بھلائی و برائی میں تمیز اور فرق بتاتا ہے۔ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا اور ۲۳ سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت پر کامل رحمت اور انتہائی مہربانی فرمائی کہ ان پر پوری کتاب ایک دفعہ میں نازل کر کے تمام معارف واحکام کا جاننا اور سب پر عمل کرنا ان پر ایک دم نہیں ڈالا بلکہ اس کے معارف واحکام ان کو آہستہ آہستہ سکھائے اور فرائض وواجبات تھوڑے تھوڑے کر کے اتارے تاکہ ان پر عمل کرنے کی مشق آسانی کے ساتھ ہو جائے۔ اسی لئے قرآنی احکام سے نہ تو امت محمدیہ ﷺ پر کچھ گرانی ہوئی اور نہ وہ گھبرائے۔ اس کے برعکس سابقہ آسمانی کتابیں ایک بار نازل ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل پر توریت نازل ہوئی تو انہوں نے بہت سے احکام، فرائض وغیرہ دیکھ کر ان پر عمل کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ جب ان کے اوپر پہاڑ معلق کر دیا گیا تب جان کے خطرے کے باعث احکام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔

یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل کی گئی تاکہ آپ تمام جہان کے لئے خبردار کرنے والے بن جائیں اور ہر سرخ وسفید اور دور و نزدیک والے کو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرا دیں اور اس کتاب مبین کو جو سراسر حکمت و ہدایت والی ہے اور باطل جس کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، آپ ﷺ اس کو دنیا بھر میں پہنچا دیں۔ آپ ﷺ کی رسالت ہر اس شخص کے لئے ہے جو آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے۔

جس ذات نے یہ قرآن نازل کیا ہے وہی اللہ ہے، وہی آسمان و زمین کا تنہا مالک ہے۔ وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے تو اس کو کہہ دیتا ہے کہ "ہو جا" سو وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔ وہی مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ ہر چیز اسی کی مخلوق اور اسی کے زیر پرورش ہے۔ وہ سب کا خالق و مالک، رزاق و معبود اور رب ہے اور وہی ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا اور تدبیر کرنے والا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ٥ (۲۸)

۲۸۔ ص: ۸۷، ۸۸

یہ قرآن تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ یقیناً تھوڑی ہی مدت کے بعد تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

تبلیغ دین سے میرا مقصد نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ قرآن میں نے اپنی طرف سے بتایا ہے۔ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور دنیا جہان والوں کے لئے ایک عظیم پیغام نصیحت ہے۔ جو کچھ مجھ پر نازل ہوتا ہے وہ میں بلا کم وکاست تمہیں پہنچا دیتا ہوں۔ اس سے میرا مقصود صرف رضائے الٰہی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت، میرے کلام کی صداقت اور میرے بیان کی سچائی، مرنے کے بعد قیامت قائم ہوتے ہی تمہیں معلوم ہو جائیں گی۔ اس وقت تم اپنی آنکھوں سے میری بتائی ہوئی چیزوں کو دیکھ لو گے۔

امت محمدیہ کی خصوصیت

قران کریم نے دعوت وتبلیغ کے کام کو اس امت کی خصوصیت قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ اَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (۲۹)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی (کیونکہ) تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً یہ ان کے لئے بہتر ہوتا۔

مسلمان چونکہ خیر کی دعوت دیتے ہیں اور برائی سے نفرت دلاتے ہیں، اس لئے ان کو خیر امت کہا گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ کو ایک مستقل کام سمجھ کر اللہ کی رضا کے لئے کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک ان کی یہ خصوصیت پسندیدہ بھی ہے اور اس پر ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ بھی ہے۔

جیسے ارشاد ہے:

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (۳۰)

۲۹۔ آل عمران: ۱۱۰　　۳۰۔ النساء: ۱۱۴

ان کے اکثر مشوروں میں کوئی خیر نہیں سوائے اس کے جس نے خیرات یا کسی نیک کام یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیا اور جو شخص اللہ کی رضا کے لئے یہ کام کرے گا تو عنقریب ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔

جس طرح خاتم الانبیا تمام نبیوں سے افضل و اشرف ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے افضل و برتر ہے اور آپ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے جامع اور مکمل شریعت ہے۔ قرآن کریم نے امت محمدیہ کو خیر الامم قرار دینے کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔

۱۔ یہ معتدل اور بہترین امت ہے۔

۲۔ خلق اللہ کو نفع پہنچانے کے لئے وجود میں آئی۔

۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سب سے زیادہ اسی امت نے انجام دیا حالانکہ یہ فریضہ سابقہ امتوں پر بھی عائد تھا مگر ان میں سے بہت سی امتوں پر جہاد فرض نہ ہونے کی بنا پر وہ صرف دل اور زبان سے یہ فریضہ ادا کر سکتے تھے۔ امت محمدیہ ﷺ کا امتیاز یہ ہے کہ وہ حکومتی طاقت سے بھی اسلامی قوانین کی تنفیذ کر سکتی ہے اور جہاد کے ذریعے ہاتھ کی قوت سے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتی ہے۔

۴۔ سابقہ امم میں دین سے عام غفلت کی بنا پر دین کے شعائر اور امر بالمعروف بالکل محو اور متروک ہو گئے تھے جبکہ اس امت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اس میں قیامت تک ایسی جماعت قائم رہے گی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی رہے گی۔

۵۔ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اگرچہ ایمان تمام امتوں میں مشترک ہے مگر کمال ایمان کے درجات مختلف ہیں۔ ایمان کا جو کامل درجہ اس امت کو حاصل ہے وہ سابق امتوں کے مقابلے میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ (۳۱)

آیت کے آخر میں اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم بھی ایمان لے آتے تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا اور تم بھی خیر الامم میں شامل ہو جاتے۔ اس سے دنیا میں بھی تمہاری عزت بڑھتی اور آخرت میں بھی تمہیں اجر و ثواب ملتا مگر افسوس کہ ان میں سے چند افراد کے سوا کسی نے اسلام قبول نہ کیا اور حق واضح ہو جانے کے باوجود وہ نافرمانی پر ہی اڑے رہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

۳۱۔ مفتی محمد شفیع / معارف القرآن: ادارۃ المعارف، کراچی۔ ج ا، ص ۱۴۹

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۳۲)

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے منع کرے اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو اپنے قول وعمل سے دوسرے لوگوں کو خیر یعنی قرآن وسنت کی طرف بلائے اور جب ان کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں سست اور غافل دیکھے اور برائیوں میں مبتلا پائے تو ان کو نیکیوں کی طرف متوجہ کرے اور برائیوں سے روکے۔ ظاہر ہے یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتے ہوں اور قرآن کریم کی تعلیمات سے پوری طرح باخبر ہوں، نیز ان میں موقع شناسی اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو حکمت کے ساتھ لوگوں تک پہنچانے کی صلاحیت ہو۔ ورنہ اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی ناقفیت کی بنا پر کسی معروف کو منع کرنے لگیں یا منکر کا حکم کرنے لگیں۔ اس لئے جو لوگ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہیں وہی لوگ حقیقی کامیابی حاصل کریں گے اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہی ناکام اور نقصان اٹھانے والے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر فرض نہیں کیونکہ اس کے لئے علم شریعت اور احتساب کی قدرت ضروری ہے جو سب لوگوں میں نہیں ہو سکتی، اس لئے یہ جماعت کا فرض ہے۔ اگر بعض نے کر لیا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی اس فرض کو انجام نہ دے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔

حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر و لیو شکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا منہ فتدعونہ فلا یستجیب لکم (۳۳)

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تمہیں نیکی کا حکم ضرور کرتے رہنا چاہئے اور برائی سے ضرور روکتے رہنا چاہئے ورنہ عین ممکن ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اس کے دور ہونے کی دعا کرو گے مگر تمہاری دعا قبول نہ ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع

۳۲۔ آل عمران: ۱۰۴ ۳۳۔ ترمذی: ج ۴، ص ۶۹، رقم ۲۱۶۹

فبقلبه و ذلک اضعف الایمان (۳۴)

تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

اور قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص (۳۵)

نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔

حضرت نواس بن سمعان سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برّ اور اثم کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی نفسک و کرهت ان یعلمه الناس (۳۶)

برّ (نیکی) حسن خلق ہے اور اثم (گناہ) وہ کھٹک ہے جو تمہارے دل میں پیدا ہو اور لوگوں کا اس سے واقف ہونا تمہیں پسند نہ ہو۔

ایک اور روایت میں ابن جریر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیهم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیه فلا یغیر الا اصابهم الله بعقاب من قبل ان یموتوا، (۳۷)

کوئی آدمی ایسے لوگوں میں گناہ کرے جو اس کو گناہ سے روکنے پر قادر ہونے کے باوجود نہ روکیں تو مرنے سے پہلے اللہ انہیں ضرور عذاب دے گا۔

دعوت بلا عمل

آج کل یہ بات عام ہے کہ ہم دوسروں کو تو اچھی باتوں کے لئے کہتے ہیں اور بری باتوں سے

۳۴۔ مسلم: ج۱، ص۷۵، رقم ۷۸۔ ۴۹۔ ترمذی: ج۴، ص۱۷، رقم ۲۱۷۹ ۳۵۔ المائدہ: ۲

۳۶۔ مسند احمد: ج۴، ص۱۹۷، رقم ۱۸۰۱۷۔ ترمذی: ج۴، ص۱۷۳، رقم ۲۳۹۶

۳۷۔ ابوداؤد: ج۴، ص۱۰۷، رقم ۴۳۳۹

روکتے ہیں اور خود ان برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ دوسروں کو اچھے کاموں کی تلقین کرتے ہیں مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ صرف دوسروں کو اچھی باتوں کے لئے کہنا اور بری باتوں سے روکنا بھی پسندیدہ اور اچھا کام ہے اور مخاطب اس کی بات پر عمل کر کے اس سے فائدہ بھی اٹھالے گا۔ اگر پہلے ہم خود اپنی نصیحت پر عمل کریں تو مخاطب ہماری نصیحت سے زیادہ متاثر ہوگا اور اس کو جلد قبول کرے گا۔

قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ اس کی تاکید آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ لا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (۳۸)

اور قسم ہے زمانے کی بیشک انسان خسارے میں ہے سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور باہم حق پر قائم رہنے اور صبر کی تاکید کرتے ہیں۔

یہاں جس خسارے کا ذکر ہے اس سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یعنی دل سے اللہ کے ایک ہونے کی تصدیق اور اس کے تمام رسولوں، فرشتوں، کتابوں اور قیامت پر ایمان لانا۔

۲۔ اعمال صالحہ۔

۳۔ ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی تاکید کرنا۔

۴۔ ایک دوسرے کو سختیوں پر صبر و برداشت کی وصیت و نصیحت کرنا۔

ان میں سے پہلی دو باتیں اپنی ذات کی اصلاح کے لئے ہیں اور آخری دو باتیں دوسروں کی اصلاح سے متعلق ہیں۔ جتنا اپنے عمل کو قرآن وسنت کے تابع کر لینا اہم اور ضروری ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو بھی ایمان و عمل صالح کی طرف بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے ورنہ صرف اپنا عمل نجات اخروی کے لئے کافی نہ ہوگا۔ خصوصاً اپنے اہل و عیال اور احباب و متعلقین کے برے اعمال سے غفلت برتنا اپنی نجات کا راستہ بند کرنا ہے۔ (۳۹)

ایمان صرف دل میں اچھی نیت کر لینے کا نام نہیں بلکہ اچھی نیت پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اچھی نیت اور اس پر عمل کرنا لازم و ملزوم ہیں۔ عمل کے بغیر اچھی نیت ایک بے ثمر تمنا ہے اور اچھی نیت کے بغیر عمل ایک بے کار چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی عمل مقبول ہے جو صرف اس کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ اسی لئے قرآن کریم میں الذین اٰمنوا کے ساتھ ساتھ وعملوا الصلحت بھی آیا ہے۔

۳۸۔ العصر: ۱۔۳ ۳۹۔ معارف القرآن: ج ۸، ص ۸۱۴

ایمان تو ایک پوشیدہ کیفیت ہے جس کی تصدیق اعمال صالحہ سے ہوتی ہے اور اعمال صالحہ کا تقاضا ہے کہ آدمی خود عمل کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی حق کی تبلیغ کرے۔ جن لوگوں کے قلوب پاکیزہ، ضمیر صاف ستھرے اور طبیعتیں اللہ کی خوشنودی کے حصول کی طرف راغب ہوں وہ بھی نہ صرف اپنے مقصد کے حصول میں اس معاشرے کے رسوم و رواج کو حائل پاتے ہیں بلکہ وہ ان کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر وہ شخص جو دنیا اور آخرت کے خسارے سے بچنا چاہتا ہے وہ ایمان و اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح کی بھی کوشش کرتا رہے اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کو احکام الٰہی کے انحراف سے باز آجانے پر مجبور کرتا رہے۔ اس سلسلے میں جس قدر تکلیف پہنچے اس کو صبر و استقامت سے برداشت کرے۔ اصلاح معاشرہ کا قدم سب سے پہلے اپنے گھر سے اٹھائے۔ پہلے اپنی اصلاح کرے پھر گھر والوں کی اصلاح کے لئے کوشش کرے۔ پھر قریبی عزیز و اقارب اور پھر قریبی پڑوسیوں، اہل محلہ اور اہل شہر کی طرف توجہ دے۔

دوسروں کو نصیحت کرنا اور خود اس پر عمل نہ کرنا اللہ کو پسند نہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ○ (۴۰)

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، اللہ کو یہ بات بہت ناگوار ہے کہ تم وہ کہو جو کرتے نہیں۔

زبان سے ایک بات کہہ دینا تو بہت آسان ہے لیکن اس کا نباہنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بے زار ہوتا ہے جو زبان سے تو بہت کچھ کہے مگر عمل کچھ نہ کرے۔ بنی اسرائیل کے لوگ دوسروں کو نماز، روزے وغیرہ عبادتوں اور نیک کاموں کا امر کرتے تھے اور خود ان امور پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○(۴۱)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (تورات) پڑھتے ہو۔ کیا تمہیں عقل نہیں۔

بنی اسرائیل کے علما مال و دولت اور نام و نمود کے طالب تھے۔ اس آیت میں ان کو شرم دلائی گئی

۴۰۔ الصف: ۲،۳ ۴۱۔ البقرہ: ۴۴

ہے کہ تم لوگوں کو تو ہر وقت نیکی کی تلقین کرتے رہتے ہو اور خود اس کے قریب بھی نہیں جاتے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں اپنا پیشوا مان کر تمہاری خدمت کرتے رہیں۔ افسوس ہے تم پر کہ تورات پڑھنے کے باوجود تم اپنی اصلاح سے بالکل غافل ہو اور دنیوی فائدے کے پیچھے بھاگ رہے ہو حالانکہ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ آدمی اخلاق و کردار اور عمل کے اعتبار سے اپنے آپ کو دوسروں کے لئے مثالی بنا کر پیش کرے، لہٰذا اگر تم دوسروں کو نصیحت کرنے میں مخلص ہو تو پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھاؤ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہود کی اس روش کی مذمت فرمائی ہے اور ساتھ ہی ان کو تنبیہ فرمائی ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ جب تم خود عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو اس کی تلقین کیوں کرتے ہو؟ بلکہ اس میں اس بات کی مذمت ہے کہ جب تم دوسروں کو نیک کام کی تلقین کرتے ہو تو خود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ نیک کام کی تلقین کرنا اور برے کام سے روکنا ہر حال میں نیکی ہے اور اس پر عمل کرنا ہر عالم پر بدرجہ اولیٰ واجب ہے، لہٰذا عالم کو بھی عمل کے اعتبار سے دوسروں سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔

بے عمل عالموں کے لئے قرآن کریم اور احادیث میں بڑی مذمت اور وعید آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ط (۴۲)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بن مانگے تورات جیسی نعمت عطا کی تھی۔ انہوں نے اس کے احکام کی پرواہ نہیں کی۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کی پشت پر علوم و فنون کی بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ وہ ان کا بوجھ تو اٹھائے پھرتا ہے مگر اس کو ان کے مضامین اور اسرار و لطائف کی کچھ خبر نہیں اور نہ اسے ان سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ یہود کا بھی یہی حال ہے کہ وہ دنیاوی فوائد کے لئے تورات لئے پھرتے ہیں اور اس کے ذریعے لوگوں میں اپنا مقام پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن نہ اس کو پڑھتے ہیں اور نہ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے تحت اس میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔

حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

یجاء بالرجل یوم القیمة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فی النار فیدور کما یدور الحمار برحاه فیجتمع اهل النار علیه فیقولون ای فلان ماشانک؟

۴۲۔ الجمعہ: ۵

الیس کنت تامرنا بالمعروف و تنھی عن المنکر؟ قال کنت آمرکم بالمعروف ولا آتیه وانھا عن المنکرو آتیه (۴۳)

قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو آگ میں ڈالا جائے گا، جہاں اس کی آنتیں نکل پڑیں گی اور وہ اس کے پیچھے اس طرح گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اس کا یہ حال دیکھ کر اہل دوزخ اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ تیرا کیا حال ہوگیا ہے؟ کیا تو ہمیں بھلائی کی باتیں نہیں بتایا کرتا تھا اور برائیوں سے روکتا تھا؟ وہ کہے گا ہاں! میں تمہیں بھلی باتیں بتایا کرتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا اور میں تمہیں تو بری باتوں سے روکتا تھا اور خود اس میں مبتلا رہتا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مررت لیلة اسری بی علی قوم تقرض السنتھم و شفاھھم بمقاریض من نار، کلما قرضت عادت ،قال قلت من ھؤ لاء؟ قالوا خطباء من اھل الدنیا کانوا یامرون الناس بالبر وینسون انفسھم وھم یتلون اللکتاب افلا یعقلون۞(۴۴)

معراج کی رات، میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا اور کٹی ہوئی زبانوں اور ہونٹوں کی جگہ دوسرے ہونٹ پیدا ہو جاتے تھے اور یہ سلسلہ برابر جاری تھا۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ ہیں جو لوگوں کو تو بھلائی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے۔ اس بنا پر تبلیغ دین پر عالم پر فرض ہے لیکن علم کے باجود نیک کام کو ترک کرنا اور برے کاموں کا ارتکاب کرنا نہایت بری بات اور بڑا گناہ ہے۔

دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تبلیغ دین کے معاملے میں منفرد حیثیت کی حامل ہے اور اس سلسلے میں آپ کا اسوہ کامل ومکمل اور نہایت جامع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ لوگوں کے

۴۳۔ بخاری: ج۲،ص۳۴۷، رقم ۳۲۶۷

۴۴۔ مسند احمد: ج۳،ص۵۶۹، رقم ۱۱۸۰۱۔ فتح الباری: ج۷،ص۲۵۴،

سامنے دعوت وتبلیغ کا بہترین عملی نمونہ پیش فرمایا بلکہ اس کام کے لئے بہترین اصول وضوابط بھی دیئے۔

قرآن وحدیث میں دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط کا نہایت واضح بیان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ O (۴۵)

آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ کے ذریعے بلائیے اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے بھٹکا اور وہ ان کو بھی جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔

اس آیت میں دعوت وتبلیغ کے تین اہم اصول بیان کئے گئے ہیں:

ا۔ حکمت

اس سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین اور مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں نہایت حکیمانہ انداز سے لوگوں کو ان کی ذہنی استعداد اور موقع ومحل کو دیکھتے ہوئے اسلام کی دعوت اس طرح پیش کی جائے کہ مخاطب کے دل میں اتر جائے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی اور امتیازی شان کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جب عرب کے مشہور خطیب ضماد الازدی نے آپ کا اثر انگیز خطبہ سنا تو بول اٹھا کہ یہ کاہنوں اور جادوگروں کا کلام نہیں اور نہ یہ شاعری ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔ قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمرو الدوسی آپ کا کلام سن کر بے ساختہ کہنے لگے کہ **ماسمعت قولا قط احسن منه** میں نے اس سے بہتر کلام کبھی نہیں سنا۔

۲۔ موعظت حسنہ

کسی کی خیرخواہی کی بات اس کے سامنے مؤثر، نرم خوئی، اخلاص، ہمدردی، شفقت اور حسن اخلاق سے نہایت معتدل پیرائے میں کی جائے۔ اس سے اکثر پتھر دل بھی موم ہو جاتے ہیں اور لوگ ترغیب و ترتیب کے مضامین سن کر بے تابی کے ساتھ دین حق کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موعظت حسنہ کا یہ اثر تھا کہ غزوۂ بدر کے بعد عمیر بن وہب الجمحی جو (نعوذ باللہ) آپ کو قتل کرنے کی نیت سے مکے سے روانہ ہوا تھا۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر مشرف باسلام ہو گیا۔

۴۵۔ النحل: ۱۲۵

۳۔ مجادلۂ احسن

قرآن کریم میں دو طرح کے مجادلوں کا ذکر آیا ہے:

الف: مجادلۂ احسن: مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے معاملے کو مجادلے تک نہ پہنچنے دیں۔ اگر مجادلے کی نوبت آ ہی جائے تو مخاطب کو قائل کرنے کے لئے حسن اخلاق اور عمدہ استدلال سے کام لیں۔ بہترین طریقے سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ ایسی دل آزار باتیں نہ کرو جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔ بحث کا مقصد خالص اللہ کے لئے معاملے کو سلجھانا اور اللہ کا کلمہ بلند کرنا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مابین ہونے والا مباحثہ (۴۶) اس کی مثال ہے۔

ب: مجادلۂ باطل: اس سے مراد وہ مباحثہ ہے جس میں کسی معقول دلیل کے بغیر اپنے موقف پر اصرار کرنا، معاملے کو غیر معقول باتوں میں الجھا دینا اور بے مقصد بحثوں میں ضائع کرنا ہے۔ یہ ہمیشہ اہل باطل کا شیوہ رہا ہے۔

۴۔ نرمی سے بات کرنا

داعی کو ہر موقع پر نرمی اور خیر خواہی سے بات کرنی چاہئے۔ اسی لئے قرآن کریم نے انبیا علیہم السلام کو اپنے مخالفین سے بھی نرمی سے بات کرنے کی تاکید کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو اپنا پیغام دے کر فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا:

> اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ (۴۷)
>
> تم اور تمہارا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ۔ بیشک اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ سو اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا۔ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا (اللہ سے) ڈرے۔

اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے بھائی ہارون کو ہمراہ لے کر فرعون کے پاس جاؤ جو بہت سرکش و نافرمان ہو گیا ہے۔ میرے عطا کئے ہوئے معجزے اور نشانیاں اس کو اور اس کی قوم کو دکھا کر ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ اور دیکھو تبلیغ دین کے اس کام میں میری یاد سے غفلت اور سستی نہ کرنا۔

۴۶۔ بقرہ: ۲۵۸ ۴۷۔ طٰہٰ: ۴۲۔۴۴

میری یاد کی کثرت ہی کامیابی کا بڑا ذریعہ اور دشمن کے مقابلے میں بہترین ہتھیار ہے۔ اگر چہ فرعون کی سرکشی اور نافرمانی کے پیش نظر اس سے یہ امید نہیں کہ وہ تمہاری دعوت قبول کر لے۔ تاہم دعوت و تبلیغ اور وعظ نصیحت کے وقت اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنا تا کہ تمہاری بات اس کے دل میں بیٹھ جائے اور تمہاری بات پر غور وفکر کر کے وہ اپنی گمراہی اور ہلاکت سے بچ جائے اور نصیحت حاصل کر لے۔ یا وہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر راہ راست پر آ جائے۔

بلا شبہ تبلیغ حق میں نرمی سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خصوصیت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس صفت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ص فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ج فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ط اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ o (۴۸)

یہ تو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لئے مغفرت مانگئے اور کام میں ان سے مشورہ کر لیا کریں، پھر جب آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے آپ مومنوں کے حق میں نرم دل ہیں، اس لئے آپ اپنا حق بھی ان کو معاف فرما دیں اور اللہ کے جو حقوق ان کے ذمے ہیں، جن کو وہ ادا نہیں کر سکے آپ ان کے لئے اللہ سے معافی طلب کریں اور دنیاوی امور میں سے جو مشورہ طلب ہوں ان میں ان سے مشورہ لے لیا کریں۔ پھر جب آپ مشورے کے بعد کسی کام کا پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل توکل کو پسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں سے جو نرمی اور مہربانی کا برتاؤ فرمایا، اس نے ابوسفیان بن حرب، عکرمہ بن ابی جہل، ہند بنت عقبہ جیسے بے شمار لوگوں کی کایا پلٹ دی۔

۵۔ تالیف قلب

اس کے لفظی معنی دلوں کو ملانے کے ہیں۔ اس کا مقصد اس شخص کے ساتھ محبت و ہمدردی اور مدد و اعانت کا سلوک کرنا ہے، جس کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔ اس سے انسان میں ممنونیت کے

۴۸۔ آل عمران: ۱۵۹

جذبات پیدا ہوتے ہیں جو ضد اور عناد کے جذبات کو دور کر کے اس میں قبول حق کی صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے بہت سے لوگوں کی تالیف قلب فرمائی۔ مکے کے بعض رئیس اور سیکڑوں مشرکین اسی جذبے سے متاثر ہو کر اسلام لائے تھے۔ آپ ﷺ نے حنین کا سارا مال غنیمت ان میں تقسیم فرما دیا تھا۔ صفوان بن امیہ جو اسلام کا سخت مخالف اور آپ کا جانی دشمن تھا، کہتا ہے کہ مجھے آپ ﷺ سے سخت بغض تھا لیکن آپ ﷺ کے ان احسانات نے جو آپ نے مجھ پر فرمائے ہیں ایسا متاثر کیا کہ اب میری نگاہ میں آپ سے زیادہ محبوب کوئی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان رجل سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنما بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ، فقال ای قوم! اسلموا فواللہ ان محمدا لیعطی عطاء مایخاف الفقر (۴۹)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرما دیں۔ پھر اس نے اپنے قبیلے میں جا کر اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔ اے میری! تم اسلام قبول کر لو، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

۶۔ تیسیر و تبشیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے یمن میں متعین فرمایا تو ان کو رخصت کرتے وقت یہ ہدایات دیں کہ اللہ کے دین کو لوگوں کے سامنے آسان کر کے پیش کرنا۔ مشکل بنا کر پیش نہ کرنا۔ ان کو خوش خبری سنانا، دین سے نفرت نہ دلانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یسروا ولا تعسروا، و بشروا ولا تنفروا (۵۰)

آسانی پیدا کرو اور تنگی نہ کرو۔ خوش خبری دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

۷۔ تدریج

جب کسی قوم کو اسلام کی طرف بلایا جائے تو اس پر ایک دم تمام احکام شریعت کا بوجھ نہ ڈالا جائے

۴۹۔ مسلم: ج ۴، ص ۳۶، رقم ۲۳۱۲ ۵۰۔ بخاری: ج ۱، ص ۲۷، رقم ۶۹

بلکہ وہ تدریجاً اس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ سب سے پہلے توحید و رسالت پیش کی جائے، پھر عبادات۔ عبادات میں بھی پہلے سب سے زیادہ اہم جیسے نماز اور زکوۃ پھر دوسرے فرائض۔

حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

انک تاتی قومًا من اهل الکتاب. فادعهم الی شهادة ان لا اله الا الله وانی رسول الله، فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله افترض علیهم خمس صلوات فی کل یوم ولیلة، فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله افترض علیهم صدقة توخذ من اغنیاء هم فترد فی فقرائهم فان هم اطاعوا لذلک فایاک و کرائم اموالهم، واتق دعوة المظلوم فانه لیس بینها و بین الله حجاب، (۵۱)

بیشک تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جاؤ گے۔ سب سے پہلے ان کو اس کی دعوت دینا کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب وہ یہ مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ یہ مان لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے دولت مندوں سے لے کر ان کے غریبوں کو دیا جائے گا۔ جب وہ یہ مان لیں تو تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم صدقے میں چن چن کر ان کا اچھا مال نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

انما نزل اول مانزل منه سورة من المفصل، فیها ذکر الجنة والنارحتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام، ولونزل اول شیء، لا تشربوا الخمر لقالوا لاندع الخمر ابدا ولو نزل لاتزنوا لقالوا لاندع الزنا ابدا(۵۲)

سب سے پہلے قرآن کی مفصل سورتوں سے ایک سورت نازل کی گئی جس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے، یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف آ گئے تب حلال اور حرام کے

۵۱۔ مسلم: ج۱، ص ۶۱، رقم ۲۹۔۱۹۔ بخاری ج ۴، ص ۴۳۶، رقم ۷۲۔۴۳

۵۲۔ بخاری: ج ۳، ص ۳۴۶، رقم ۴۹۹۳

احکام نازل ہوئے اور اگر سب سے پہلے یہ حکم آجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم شراب کبھی نہیں چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو وہ کہتے کہ ہم زنا کبھی نہیں چھوڑیں گے۔

۸۔ ذمے داری سے بات کہنا

دعوت و تبلیغ میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو بات کہی جائے وہ پوری تحقیق اور ذمہ داری سے کہی جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ○ (۵۳)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہ ہو۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل، ان سب کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔

کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جس کا قطعی اور یقینی علم نہ ہو۔ آدمی کو چاہئے کہ پہلے وہ اپنے کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے کر تحقیق کر کے پورا اطمینان حاصل کرے، پھر اس کے بعد کسی کے بارے میں کوئی بات کہے۔ محض سنی سنائی باتوں پر سوچے سمجھے بغیر عمل نہ کرے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، کسی پر بہتان لگانا، سنی سنائی باتوں پر کسی کے درپے آزار ہونا یا اس سے بغض و عداوت رکھنا یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا وغیرہ سب داخل ہیں۔ بلاشبہ قیامت کے روز ایسی تمام باتوں کے بارے میں تمہارے کانوں، آنکھوں اور دلوں سے ضرور باز پرس ہوگی۔ دعوت و تبلیغ جیسے اہم کام کے لئے تحقیق اور چھان بین اور بھی ضروری ہے ورنہ اگر بنیاد ٹیڑھی ہو تو عمارت بھی ٹیڑھی ہی تیار ہوگی۔ اس طرح بجائے نفع کے نقصان ہوگا۔

۹۔ جبر و اکراہ سے اجتناب

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دین کے معاملے میں کسی فرد یا قوم پر کسی قسم کی زبردستی یا جبر کیا جائے اور ان کو قوت کے بل پر اسلام میں داخل کیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

۵۳۔ بنی اسرائیل: ۳۶

عَلِیْمٌo(۵۴)

دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ظاہر ہو چکی ہے۔ پھر جس نے جھوٹے معبودوں کا انکار کیا اور اللہ پر آیمان لے آیا تو اس نے ایسی مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ خوب سنتا جانتا ہے۔

دعوت وتبلیغ سے یہ غرض نہیں کہ کسی کو زبردستی یا تلوار کے زور پر مسلمان کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایسے معجزات اور کھلی نشانیاں ظاہر فرمادی ہیں کہ ان سے حق اور باطل اس طرح علیحدہ اور ممتاز ہو گئے جیسے دن اور رات ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی غیر اللہ کی عبادت ترک کر کے خدائے واحد و یکتا پر ایمان لاتا ہے تو اس کے لئے اسلام ایسا قوی اور مضبوط وسیلہ ہے جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

لوگوں تک دین پہنچانے کے لئے آپ نے جبر واکراہ کا طریقہ کبھی اختیار نہیں فرمایا بلکہ آپ نے ہمیشہ پرامن تبلیغ کا راستہ اپنایا۔ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا وہ آپ کی پوری حیات طیبہ سے ایسا ایک واقعہ بھی پیش نہیں کر سکتے جس سے جبر واکراہ ثابت کیا جا سکے۔ قبول اسلام ایک اختیاری معاملہ ہے اور اسلام غیر مسلموں کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُر (۵۵)

آپ کہہ دیجئے کہ حق تو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ سو جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر رہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق اور سچ ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ اب جس کا دل چاہے اسے قبول کرلے اور جس کا دل نہ چاہے وہ اس کو قبول نہ کرے۔

جن لوگوں کو عقل وبصیرت اور سمجھ بوجھ ہوگی وہ خود ایمان وکفر میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیں گے۔ ان پر کوئی زبردستی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کو متعدد مواقع پر صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ رسول کا کام اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا ہے، ان سے زبردستی منوانا نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُo (۵۶)

۵۴۔ البقرہ: ۲۵۶　۵۵۔ الکھف: ۲۹　۵۶۔ التغابن: ۱۲

پس اگر تم اعراض کرو گے تو ہمارے رسول کے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ٥ (۵۷)

رسول کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اللہ کو وہ سب معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے اللہ کا پیغام پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ جب انہوں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تو اب تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اب جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی سزا پائے گا اور اللہ تمہارے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ (۵۸)

پس اگر یہ لوگ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔

اگر یہ مشرکین اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں تو آپ کو اس پر رنج و ملال کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ سے ان کی روگردانی اور اعراض کی باز پرس کی جائے۔ آپ کے ذمے تو صرف اللہ کا پیغام ہدایت پہنچا دینا ہے۔ ان کا حساب ہم پر ہے سو قیامت کے روز ہم ان سے ذرے ذرے کا حساب لیں گے۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ٥ (۵۹)

جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔ پس آپ تو اس کو نصیحت کرتے رہئے جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔

کفار مکہ جو کچھ کہتے ہیں اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں ہم اس سے خوب واقف ہیں۔ آپ کا کام زبردستی کرنا نہیں۔ آپ نہ تو کسی کو زبردستی ہدایت پر لا سکتے ہیں اور نہ کسی کو بے ہودہ باتوں سے روک سکتے ہیں۔ آپ تو ہر اس شخص کو قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہئے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔

فَذَكِّرْ ۫ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ٥ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ٥ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ٥ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ٥ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ٥ (۶۰)

سو آپ تو نصیحت کرتے رہئے۔ بیشک آپ کا کام نصیحت کرنا ہی ہے۔ آپ ان پر حاکم

۵۷۔ المائدہ: ۹۹ ۵۸۔ الشوریٰ: ۴۸ ۵۹۔ ق: ۴۵ ۶۰۔ الغاشیہ: ۲۱، ۲۶

نہیں۔مگر جو روگردانی کرے اور منہ موڑے تو اللہ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا۔ بے شک
ان کو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔پھر بیشک ان سے حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے۔

جب یہ لوگ واضح دلائل کے باوجود غور نہیں کرتے تو آپ کو بھی ان منکرین و مکذبین کے لئے پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ تو ان کو نصیحت کرتے رہئے کیونکہ آپ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو آپ زبردستی ان کے دلوں میں ایمان پیدا نہیں کرسکتے اور نہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کرسکتے ہیں اور نہ ان کے دلوں کو بدل سکتے ہیں۔ یہ کام تو مقلب القلوب یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔البتہ جو شخص اللہ کے احکام سے روگردانی کرے گا اور کفر و شرک پر قائم رہے گا تو قیامت کے روز اللہ اس کو بہت بڑا عذاب دے گا۔ اس دن کوئی کافر و منکر اپنے آپ کو اس عذاب سے نہیں بچا سکے گا۔ یقیناً ان سب کو لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے اور ان سے ان کی بداعمالیوں کا حساب لینا ہمارے ہی ذمے ہے، لہٰذا کوئی کافر اور مجرم ہماری گرفت اور ہمارے حساب سے نہیں بچ سکتا اور نہ کوئی مجرم ہمارے عذاب سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔

۱۰۔تحقیر و تنقیص سے احتراز

دعوت و تبلیغ کے لئے ضروری ہے کہ دین کی بات اس طرح پیش کی جائے کہ اس سے نہ تو کسی کی تحقیر ہو اور نہ تنقیص۔بعض لوگ اپنے آپ کو دین کا علم بردار سمجھتے ہوئے مخاطب کی تحقیر پر اتر آتے ہیں اور اس پر طعن و تشنیع کرنے لگتے ہیں۔ یہ طریقہ نہایت مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔اسلام میں دوسروں کی پردہ پوشی اور خصوصیت سے ایک مسلمان کی پردہ پوشی کی سخت تاکید ہے۔

۱۱۔ماحول کی رعایت

یقیناً تبلیغ ایک سچے جذبے اور حقیقی لگن کی متقاضی ہے۔اس میں جوش سے زیادہ ہوش کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے مبلغ کو موقع و محل کے مطابق بات کرنی چاہئے۔اگر کسی وقت مبلغ یہ محسوس کرے کہ مخاطب اس کی بات توجہ اور دلچسپی سے سننے کی بجائے اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہے تو ایسے وقت میں دعوت دین پیش نہ کرے بلکہ بات چیت کو ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور مناسب موقع کا انتظار کرے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ
حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ۭ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ

الظّٰلِمِیْنَ o وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ o (۶۱)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں نکتہ چینی کرتے ہیں تو ان سے اعراض کرلو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلادے تو یاد آنے پر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو اور پرہیزگاروں پر ان کی ذرا بھی جواب دہی نہیں البتہ ان کے ذمے نصیحت کردینا ہے کہ شاید وہ بھی پرہیزگاری اختیار کرلیں۔

مشرکین مکہ، تکذیب کے علاوہ قرآن مجید اور ارکان اسلام کے ساتھ تمسخر بھی کرتے تھے، جس سے ان مسلمانوں کو جو ان کی مجلس میں ہوتے تھے بہت رنج و تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب کفار و مشرکین ہماری آیتوں کے ساتھ استہزا اور تمسخر کرنے لگیں تو وہاں نہ بیٹھو بلکہ وہاں سے اٹھ جایا کرو یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں لگ جائیں ورنہ تم بھی استہزا کرنے والوں میں سمجھے جاؤ گے۔ اگر شیطان تمہیں بھلادے اور تم بھولے سے بیٹھے رہو تو یاد آنے پر وہاں سے اٹھ جایا کرو۔ ان کفار کا حساب پرہیزگاروں یعنی اہل اسلام کے ذمے نہیں۔ جو گناہ کرے گا وہی اس کی سزا پائے گا۔ اس لئے یہ لوگ بھی اپنے برے اعمال کے خود ہی ذمے دار ہیں۔ اہل اسلام ان کی بداعمالیوں کے ذمے دار نہیں۔ البتہ جہاں تک ممکن ہو ان کو نصیحت کردینی چاہئے تاکہ وہ بھی کفر و بت پرستی چھوڑ کر پرہیزگاری اختیار کرلیں۔

مبلغ کو یہ بات جائز نہیں کہ وہ تبلیغ کے جوش میں جس مجلس میں چاہے جادھمکے اور خواہ کوئی اس کی بات سنے یا نہ سنے مگر وہ سنائے بغیر نہ ٹلے۔ دعوت و تبلیغ کے لئے ایسا کوئی بھی طریقہ مناسب نہیں جس سے لوگ گھبرانے اور کترانے لگیں۔

ابووائل کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کے روز لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ کیا کریں۔ ابن مسعود نے کہا:

اما انہ یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم و انی اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بھا مخافۃ السامۃ علینا (۶۲)

میں ایسا اس وجہ سے نہیں کرتا کہ کہیں تم پر بوجھ نہ بن جاؤں۔ میں بھی اسی طرح ناغہ کرکے تمہیں نصیحت کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناغہ کرکے ہمیں نصیحت کیا کرتے تھے کہ ہم بیزار نہ ہوجائیں۔

۶۱۔ انعام: ۶۸، ۶۹ ۶۲۔ بخاری: ج۱، ص۲۷، رقم ۷۰

۱۲۔ مخاطب کی رعایت

اگر مخاطب اپنے کسی ایسے کام میں مشغول ہو جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف متوجہ ہونا اس پر گراں گزرے تو ایسے موقع پر دعوت حق سے احتراز کرنا چاہئے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباس نے کہا:

حدث الناس کل جمعۃ مرۃ فان ابیت فرمتین فان اکثرت فثلاث. فلاتمل الناس ھذا القرآن ولا الفینک تاتی القوم وھم فی حدیث من حدیثھم فتقص علیھم فتملھم ولکن انصت فاذا امروک فحدثھم وھم یشتھون (۶۳)

لوگوں کو ہر جمعے کو وعظ کیا کرو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتے میں دوبار۔ اگر اس سے زیادہ کرنا ہو تو تین بار اور لوگوں کو اس قرآن سے بے زار نہ کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس اس وقت آؤ جب وہ اپنے کسی اور کام میں مصروف ہوں اور تم ان کو وعظ سنانا شروع کردو اور ان کو بے زار کردو بلکہ ایسی صورت میں خاموش رہو یہاں تک کہ جب وہ خود خواہش کریں تو ان کو سناؤ تا کہ وہ اس کو شوق سے سنیں۔

۱۳۔ ذہنی استعداد کی رعایت

مبلغ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دعوت دین کے وقت مخاطب کی ذہنی حالت اور استعداد کو پیش نظر رکھے۔ اگر مخاطب عام آدمی ہے تو اس سے منطقی اور فلسفیانہ گفتگو نہ کی جائے بلکہ اس سے نہایت سہل اور سادہ انداز اختیار کیا جائے۔ اسی طرح اگر مخاطب کوئی دانشور ہے تو اس سے بے تکی گفتگو کرنے کی بجائے اس کے معیار اور استعداد کے مطابق بات کی جائے۔

۱۴۔ خیر خواہی

داعی کا دل ہر قسم کی نفرت اور بغض و عناد سے پاک ہو اور اس میں سب کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ وہ نہایت دردمندی اور اخلاص کے ساتھ اپنا پیغام پہنچائے اور مخاطب کے عقائد اور طرز حیات پر بے جا تنقید نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

۶۳۔ مشکوٰۃ: کتاب العلم الفصل الثالث

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ط اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا o رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِکُمْ ط اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْکُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْکُمْ ط وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ وَکِیْلًا o (۶۴)

آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ایسی بات کیا کریں جو بہتر ہو کیونکہ شیطان لوگوں میں وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحمت فرمادے یا اگر وہ چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے آپ کو ان کا ذمے دار بنا کر نہیں بھیجا۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کافروں کو دعوت اسلام اور کلمہ توحید کی تبلیغ نرمی اور حسن گفتار کے ساتھ کیا کریں کیونکہ بدکلامی سے شیطان باہم فساد ڈلوا دیتا ہے۔ بلاشبہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔ وہ گھات میں لگا رہتا ہے، اس لئے مسلمانوں کو کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جس سے شیطان لعین کو شر اور بگاڑ پیدا کرنے کا موقع مل جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے احوال سے خوب واقف ہے وہ جس کے ساتھ چاہتا ہے ایمان کی توفیق دے کر رحم کا معاملہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بداعمالیوں پر پکڑ لیتا ہے اور عذاب دیتا ہے۔ آپ ﷺ ان کے ذمے دار نہیں۔ آپ کا کام تو صرف بشارت دینا اور خبردار کر دینا ہے۔

مذکورہ بالا گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دعوت و تبلیغ ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جو ہر نبی کے فرائض منصبی میں داخل تھا۔ اس کا مقصد اللہ کے دین کو پھیلانا اور عام کرنا اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے کی دعوت و ترغیب دینا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت۔ آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی، اس لئے آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت کے افراد اس کے پابند ہیں کہ وہ دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہیں۔ جس طرح خاتم الانبیاء تمام نبیوں سے افضل و اشرف ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے افضل و برتر ہے اور آپ ﷺ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے جامع و مکمل شریعت ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو خیر امت اس لئے کہا ہے کہ وہ دعوت و تبلیغ کو ایک مستقل کام سمجھ کر اللہ کی رضا کے لئے کرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کی امتیازی خصوصیت ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور اس پر ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ بھی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر فرض نہیں کیونکہ اس کے لئے علم شریعت اور احتساب کی

۶۴۔ بنی اسرائیل: ۵۴،۵۳

قدرت ضروری ہے جو سب لوگوں میں نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ جماعت کا فرض ہے۔ اگر بعض نے کرلیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی بھی اس فرض کو ادا نہ کرے گا تو سب گناہ گار ہوں گے۔

دعوت و تبلیغ کا کام ہر حال میں ایسی حکمت عملی سے کیا جائے کہ اس کے اچھے نتائج و ثمرات برآمد ہوں۔ ایسے تمام طریقوں سے اجتناب کرنا چاہئے جو کسی شکل میں بھی حقیقی مقصد کے حصول میں رکاوٹ بنیں نیز داعی کا دل ہر قسم کی نفرت اور بغض و عناد سے پاک ہو اور اس میں سب کے لئے ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ ہو۔ داعی کو ہر موقع پر نہایت نرمی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے مضبوط دلائل اور براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے لوگوں کی ذہنی استعداد اور موقع و محل کو دیکھتے ہوئے بات کرنی چاہئے۔ آج کل ایک عام رویہ ہے کہ ہم ہر وقت ہر جگہ اپنی بات کہنے کے لئے بلکہ دوسروں سے منوانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ نہ ماحول کی رعایت، نہ مخاطب کی رعایت، نہ لہجہ درست، نہ انداز حکیمانہ، پھر بعض صورتوں میں بڑائی اور تفاخر کا بھی احساس ہوتا ہے۔ نیز فقہی اختلاف کو بھی آج دعوت کی بنیاد قرار دے دیا گیا ہے۔

یہ تمام پہلو ہم سے اصلاح کا تقاضا کرتے ہیں اور یہ اصلاح اس لئے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے تاکہ ہم دعوتِ اسلام کا فریضہ زیادہ بہتر انداز میں انجام دے سکیں۔